4

ایک اَور مبارک رؤیا

اللہ تعالیٰ کی برکات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے
کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں

(فرمودہ 25 جنوری 1957ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے پچھلے جمعہ میں اپنی ایک رؤیا سنائی تھی اور بر سبیل تذکرہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی اس کے ساتھ ملا کر بیان کی تھی۔ اس کے بعد شمس صاحب نے تذکرہ میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام نکال کر بھیجا جس میں اُسی آیت کا ذکر آتا ہے جو میں نے پڑھی تھی اور اُس کے آگے یہ بھی ذکر ہے کہ اس کے بعد قادیان جانا ہوگا۔1 اِسی طرح بعض اَور لوگوں کو بھی اس کے بعد رؤیا ہوئی ہیں۔

ایک ہی مضمون کے متعلق اتنی جلدی جلدی رؤیا مجھے کم ہوتی ہیں۔ لیکن غالباً بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات کو میں نے پھر دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں۔ مگر اس دفعہ میں نے اپنے آپ کو مسجد مبارک کی چھت پر نہیں دیکھا بلکہ مسجد مبارک کے مسقّف حصہ میں دیکھا ہے۔ میں جب اس کے اندر گُھسا تو مجھے یوں معلوم ہوا جیسے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم خطبہ پڑھ رہے ہیں مگر میں نے

مسجد جس شکل میں دیکھی ہے وہ وہ تھی جو اَب ہے اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے وقت میں مسجد کی یہ شکل نہیں تھی بلکہ صرف اُتنا ہی حصہ تھا جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنایا ہوا تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب 1905ء میں فوت ہوئے تھے اور 1907ء میں اس مسجد کی توسیع ہوئی تھی ۔ یہ توسیع میر ناصر نواب صاحب نے کی تھی اور اس پر انجمن کا اور میر ناصر نواب صاحب کا جھگڑا بھی ہوا تھا جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تحریر لکھ کر دی تھی جس کو ہمیشہ پیغامی اِس بات کی دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں کہ انجمن ہی خلیفہ ہے۔ تو وہ حصہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد بنا ہے۔ لیکن میں نے اس وقت دیکھا کہ وہ حصہ بھی مسجد میں شامل ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے تھے اور غالباً خطبہ دے رہے تھے۔ اُن کا منہ مشرق کی طرف تھا۔ میں جب مسجد کے اندر گُھسا تو میرے ساتھ ایک دو ساتھی اَور بھی تھے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے مسجد میں گنجائش کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں۔ انہوں نے جب ہمیں آتے ہوئے دیکھا تو کہا لوگو! بارش ہو رہی ہے ذرا سمٹ جاؤ اور رستہ دے دو۔ میں گزر کر اپنے ساتھیوں سمیت اُس کوٹھڑی میں گُھس گیا جس میں پہلے مولوی محمد علی صاحب رہا کرتے تھے اور بعد میں مولوی محمد اسماعیل صاحب اس میں رہتے رہے ہیں۔ اور پھر سیڑھی پر چڑھ کر گول کمرہ کی چھت پر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مکان ہے جس میں امۃ الحی مرحومہ رہا کرتی تھیں۔ اس کی کھڑکی باہر چوک کی طرف کھلتی ہے۔ اگر اس میں کھڑے ہو جائیں تو مسجد مبارک کے آگے کا چوک اور وہ سیڑھیاں جو نئی بنی ہیں اور وہ دکانیں جو مرزا نظام الدین صاحب کی ہوتی تھیں وہ سب نظر آتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت اس کھڑکی کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ ہم پردہ دار عورتیں یہاں بیٹھی ہیں۔ اس وقت بارش ہو رہی ہے اور ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں مگر بارش کی وجہ سے چونکہ کیچڑ ہے ہم نماز پڑھ نہیں سکتے۔ اور اُس جگہ جو چھت ہے وہ بالوں والی نہیں ہے بلکہ لوہے کی سلاخوں کی ہے جس میں سے پانی گر سکتا ہے۔ تب میں نے کسی چیز کا سہارا لے کر جو پاس کی چھت پر لوگ بیٹھے تھے ان سے کہا کہ پاس کے کمرہ میں عورتوں سے کہہ دو کہ پردہ کر لیں تا کہ ہم کمرہ میں نماز پڑھ سکیں کیونکہ باہر بارش کی وجہ سے کیچڑ ہے۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا منشا تھا کہ اس جگہ مکان کو وسیع کیا جائے اور کچھ اَور چھت ڈال لی جائے تا کہ نمازی اس میں آ سکیں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

غرض اس دفعہ میں نے اپنے آپ کو مسجد مبارک کے نچلے حصہ میں دیکھا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں دیکھا بلکہ مولوی عبدالکریم صاحب کو دیکھا ہے کہ وہ کھڑے ہیں اور میں قیاس کرتا ہوں کہ وہ خطبہ پڑھ رہے ہیں اور مشرق کی طرف ان کا منہ ہے۔ پھر میں کوٹھڑی میں گھس کے گول کمرہ کی چھت پر چڑھ گیا اور وہاں جا کر میں نے اپنے ساتھیوں کے ذریعہ سے عورتوں سے کہلوایا کہ پردہ کرلو ہم لوگ اندر نماز پڑھانا چاہتے ہیں۔

یہ جو مسجد کی تنگی دیکھی ہے یہ بھی بتاتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو قادیان میں احمدیوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہی مسجد مبارک جو اِس وقت وہاں کے لوگوں کے لیے بعض دفعہ جلسہ کے لیے بھی کافی ہو جاتی ہے عام نماز کے لیے بھی ناکافی ہوگی کیونکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت ہجوم کو دیکھ کر کہا لوگو! سمٹ جاؤ، رستہ چھوڑ دو کیونکہ باہر بارش ہو رہی ہے۔ غرض اس رؤیا میں بھی قادیان جانے کا ذکر ہے۔ گو زیادہ تفصیل نہیں۔ پہلی رؤیا میں زیادہ تفصیل تھی۔ مگر بہرحال یہ بھی ایک مبارک رؤیا ہے اور مسجد مبارک کا دیکھنا بھی اچھا ہے۔

پھر کئی احمدیوں نے بھی جو قادیان سے آئے ہیں بتایا ہے کہ وہاں بھی بہت سے لوگوں نے اس قسم کے نظارے دیکھے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک دوست کے متعلق بتایا کہ انہوں نے خواب دیکھی ہے کہ کسی نے کہا ہے کہ خلیفۃ المسیح مسجد اقصیٰ میں آئے ہوئے ہیں اور لوگ اُن کو دیکھنے کے لیے وہاں جا رہے ہیں۔

اِسی طرح ایک اور دوست کا سیالکوٹ سے خط آیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر کے لیے اپنے آپ کو والنٹیئرز کے طور پر پیش کرو۔ بہرحال یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ مناسب راستہ کونسا ہوگا جس سے ہمیں قادیان جانا ہوگا۔ مگر ایک رؤیا مجھے پچھلے سال ہوئی تھی جس سے پتا لگتا ہے کہ امرتسر کا رستہ ہوگا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت اماں جان ہیں۔ حضرت اماں جان ایک زیور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھا رہی ہیں اور کہتی ہیں یہ محمود نے میرے لیے بنوایا ہے اور ایک آدمی آج کل پتا لینے کے لیے کہ کیا حالات ہیں روزانہ امرتسر آتا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ محمود کو میری طرف سے کہہ دینا (حالانکہ میں بھی وہاں ہوں

لیکن آپ مخاطب حضرت اماں جان سے ہوتے ہیں) کہ جب تم کو لے جائے تو اچھی گاڑی میں لے کر جائے۔ عام معمولی گاڑی میں لے کر نہ جائے۔

یہ رؤیا اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جانا امرتسر کی طرف سے ہوگا۔ لیکن رستے اصل چیز نہیں۔ اصل چیز تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر ان علاقوں کو آپس میں ملا دے اور مسلمان عزت اور احترام کے ساتھ وہاں جائیں۔ ہمارا ظاہری طور پر بھی ہمیشہ یہی خیال رہا ہے۔ چنانچہ گاندھی جی نے اپنے مارے جانے سے پہلے میرے پاس لاہور میں اپنا ایک نمائندہ بھیجا تھا اور وہ مس مردولا سارا بائی2 تھیں۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ گاندھی جی کہتے ہیں کہ آپ کیوں چلے گئے۔ ہم تو آپ کو اپنے علاقہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا میں نے تو پنڈت نہرو صاحب سے مل کر بھی واضح کیا تھا کہ اس علاقہ میں امن قائم ہو تو ہم رہنے کو تیار ہیں لیکن وہ امن قائم نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا گاندھی جی کہتے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ ہم امن قائم کر سکیں۔ وقت آیا تو وہ بیچارے آپ ہی مارے گئے۔ میں نے کہا میں آنے کو تیار ہوں مگر قیدی کے طور پر نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ سارے مسلمانوں کو اجازت ہو اور سب مسلمانوں سے کہو کہ وہ آزادی سے اُسی طرح رہیں گے جیسے انگریزوں کے زمانہ میں رہتے تھے اور پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کوئی باؤنڈری نہیں ہوگی۔ ہر مسلمان جو اَب پاکستان میں ہے وہ اپنی جائیداد کو وہاں جا کر سنبھال سکے گا اور وہاں امن سے رہ سکے گا۔ میں ایک تبلیغی جماعت کا امام ہوں میں وہاں قید میں نہیں رہ سکتا۔ میں صرف اِسی طرح آنے کو تیار ہوں کہ سب مسلمانوں کو کھلی اجازت ہو کہ وہ جائیں اور امرتسر میں، گورداسپور میں، ہوشیارپور میں، فیروزپور میں، لدھیانہ میں، جالندھر میں اور انبالہ میں آزادی سے اپنی جائیدادوں پر قبضہ کر لیں۔ اگر آپ یہ آزادی دے دیں تو پھر بے شک میں اس پر غور کر سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگیں یہ تو ابھی مشکل ہے۔ ہندو بڑا مخالف ہے۔ میں نے کہا ہندو بڑا مخالف ہے تو ہوتا رہے میں قیدی کے طور پر نہیں آ سکتا۔ میں تو جب آؤں گا ایسی شکل میں ہی آؤں گا کہ سارے مسلمان اُدھر آ سکیں اور ہر شخص آزادانہ طور پر وہاں رہ سکے اور سمجھے کہ یہ ملک میرا ہے۔ یہ کہ مسلمانوں کو غلام کے طور پر رکھا جائے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ اور ایسی صورت میں مَیں مسلمانوں کو ہرگز یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ جائیں اور نہ میں خود جا سکتا ہوں۔ اب تو خود مس مردولا سارا بائی نہرو جی کی زیرِ عتاب ہیں بلکہ میں

نے سنا ہے کہ انہیں نظر بند کر دیا گیا ہے مگر انہیں گاندھی جی نے میرے پاس بھیجا تھا۔ پس ظاہر میں بھی ہم لوگوں کو ہمیشہ یہی احساس رہا ہے کہ اگر ہم جائیں تو آزادانہ طور پر جائیں اور سارے مسلمانوں کے لیے رستہ کھلا ہو۔ صرف چند آدمیوں کا چلے جانا اور اُن کا قیدی کے طور پر رہنا اور ہندوؤں کی ٹھوکریں کھانا یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ مسلمان جائے تو ایسے رنگ میں جائے کہ اُسے آزادی نصیب ہو۔ پھر جب سارے مسلمان جائیں گے تو چونکہ ہم بھی اُن کے ساتھ ہیں اس لیے ہم بھی جائیں گے۔ لیکن اگر اس رنگ میں کوئی شخص ہمارے سامنے پیشکش کرے کہ چند آدمی وہاں چلے جائیں اور رہیں تو یہ غلامی ہے اور اس غلامی کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ ایسا رستہ کھولے جس میں سب مسلمان آزادی کے ساتھ اس ملک میں جا کر رہ سکیں۔

جہاں تک میرا عقیدہ ہے میں اِس بات کا قائل ہوں کہ ہم اس قسم کی کوئی قید ہندوؤں پر بھی نہیں لگائیں گے۔ فرض کرو اگر خدا تعالیٰ کے مدّنظر یہ ہو کہ وہ فاتح کے طور پر مسلمانوں کو اُدھر لے جائے تب بھی اگر کوئی مجھ سے پوچھے گا تو میں یہی کہوں گا کہ وہی حق جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ہندوؤں کو بھی دو اور سکھوں کو بھی دو۔ اگر تم ہندوؤں اور سکھوں میں فرق کرتے ہو تو تم سچے مسلمان نہیں۔ کیونکہ ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم اور غیر مسلم میں سیاست میں کبھی کوئی فرق نہیں کیا۔

پس جہاں یہ درست ہے کہ اگر ہم جائیں گے تو اسی صورت میں جا سکتے ہیں جب باقی مسلمان بھی جائیں وہاں یہ بھی صحیح ہے کہ اگر ہم باقی مسلمانوں کے ساتھ جائیں تو خواہ فاتحانہ رنگ میں جائیں ہمارا معاملہ ہندوؤں اور سکھوں سے بھی ایسا ہی ہوگا جیسے مسلمانوں سے ہوگا۔ ہم اُن کو بھی پوری آزادی دیں گے اور نہیں پورے حقوق دیں گے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی امتیاز سیاست میں مسلم اور غیر مسلم میں روا نہیں رکھا۔ اور نہ عجمی اور عرب میں رکھا تھا بلکہ سب کو برابر حقوق دیئے تھے۔ وہی طریق ہمارا ہوگا۔ دوسرے مسلمانوں میں تو ابھی یہ احساس نہیں پایا جاتا۔ لیکن اُمید ہے کہ آہستہ آہستہ ان میں بھی یہ احساس پیدا ہو جائے گا اور جب یہ احساس اُن میں پیدا ہو جائے گا کہ وہ ساری قوموں سے انصاف کریں تو اُس وقت اللہ تعالیٰ ان کے لیے برکت کے سامان بھی پیدا کر دے گا اور وہ باتیں جو آج ناممکن نظر آتی ہیں وہ اُس وقت ممکن ہو جائیں گی۔ تنگدلی کو دیکھ کر

خدا تعالیٰ کی برکتیں بھی رُک جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے ایسے بندے زمین پر ہوں جو محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں، انصاف کرنے والے ہوں،، رحم دل ہوں اور مساواتِ نسلی اور سیاسی اور مذہبی کے قائل ہوں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ دوسرے ملک کے لوگوں یا دوسری نسل کے لوگوں یا دوسری قوم کے لوگوں کو مار ڈالا جائے یا انہیں تباہ کر دیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وہی محبوب ہیں جو کہیں کہ سب کو برابر رکھو اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ترقیات کے بڑے رستے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ تنگدلی ہوتی ہے کہ انسان کہے کہ میں فلاں کو حق دیتا ہوں اور فلاں کو نہیں دیتا۔ ترقی کے اتنے رستے کھلے ہیں کہ اس قسم کی تنگدلی دکھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

دیکھو! پاکستان میں لوگ تنگدلی برتتے ہیں اور دوسروں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ لیکن امریکہ میں جہاں لوگ ایک دوسرے کو آگے بڑھنے دیتے ہیں باوجود اِس کے کہ وہاں کی آبادی اِس ملک سے زیادہ ہے پھر بھی وہاں اتنے رستے ترقیات کے کھلے ہیں کہ اُن کا ادنیٰ سے ادنیٰ امیر بھی ہمارے بڑے سے بڑے امیر سے بھی بڑا ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے تنگدلی چھوڑ دی ہے۔ وسیع الحوصلگی اختیار کر لی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اُن کو حاصل ہوتی ہے۔ اُن کے چھوٹے بڑے کیے جا رہے ہیں اور بڑے اَور بھی بڑے کیے جا رہے ہیں۔ اگر مسلمان بھی اس سبق کو سیکھ لیں اور یہ فیصلہ کر لیں کہ وہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے ساتھ نرمی اور محبت کا برتاؤ کریں گے اور ان کی ترقی کے لیے بھی اُسی طرح کوشش کریں گے جس طرح مسلمانوں کی ترقی کے لیے وہ کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسی برکتوں کے سامان پیدا کرے گا کہ جو بڑائیاں اور عزتیں ان کو آج خواب میں بھی نصیب نہیں ہوتیں وہ سچ مچ اُن کو مل جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کے قدم کو اِتنا اونچا کر دے گا کہ دیکھنے والی دنیا کو اُن کے پیروں کو دیکھنے کے لیے بھی اپنی گردنیں اِس طرح اٹھانی پڑیں گی کہ ان کی پگڑیاں گر جائیں گی۔ خدا تعالیٰ جب کسی کو دیتا ہے تو اسی طرح دیتا ہے۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی اِسی طرح دیا تھا، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی اِسی طرح دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی اسی طرح دیا تھا۔ اگر اِس وقت مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی برکات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ اِسی صورت میں ان کو

دے گا کہ وہ وسیع الحوصلگی اختیار کریں۔ غیر قوموں کے آگے محبت کا ہاتھ بڑھائیں اور اُن کو کہیں کہ آؤ اور جو عظمتیں ہم کو حاصل ہیں اُن میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔

اب تو یہ حالت ہے کہ مجھے پڑھ کے شرم آئی کہ مرکزی وزیر تجارت ابوالمنصور احمد جو بنگال کے رہنے والے ہیں اُن کے علاقہ میں کوئی خاص شہد ہوتا ہے وہ نئی دہلی گئے تو اپنے ساتھ اُس شہد کے دو مٹکے بھارت کے صدر راجندر پرشاد اور وزیراعظم پنڈت نہرو کو دینے کے لیے بھی لے گئے۔ اِتنی سی بات پر یہاں اخباروں میں شور پڑ گیا کہ ابوالمنصور احمد اتنا بے حیا ہے کہ وہ ان کو تحفہ دینے کے لیے شہد لے گیا۔ اُس نے واپس آکر بڑی دلچسپ تقریر کی اور کہا میں صدر راجندر پرشاد اور وزیراعظم پنڈت نہرو کے لیے شہد تو لے گیا تھا لیکن یہاں کے لوگوں نے اپنی تنگدلی کی وجہ سے میرے اس شہد پر اتنی تنقید کی کہ وہاں جاتے جاتے شہد کی مٹھاس ہی ختم ہوگئی۔ مطلب یہ کہ یہاں اس طرح نیش زنی کی گئی کہ اس نیش زنی کے بعد ان کو شہد زہر معلوم ہوا ہوگا میٹھا معلوم نہیں ہوا ہوگا۔ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تنگدلی چھوڑ دیں اور اپنے دامن کو سب کے لیے وسیع کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ کی رحمت بھی ہمارے لیے وسیع ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کے ہاں اتنی بڑائیاں ہیں کہ ان بڑائیوں کو ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں تقسیم کر کے بھی ہمارا حصہ اتنا زیادہ بچ جاتا ہے کہ جس حصہ کے برابر دنیا کے کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی نہ ملا ہو۔

دیکھو! خدا تعالیٰ جنت کا مالک ہے اور خدا تعالیٰ اس دنیا کا بھی مالک ہے۔ اور جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مومن کو بھی جو جنت ملے گی وہ اتنی بڑی ہوگی کہ اُس کا پھیلاؤ زمین و آسمان کے پھیلاؤ جیسا ہوگا۔3 اب کیا خدا تعالیٰ کو اگلے جہان میں ہی طاقت حاصل ہے اِس جہان میں حاصل نہیں؟ جس خدا نے اگلے جہان میں ایسی جنت بنائی ہے وہ یقیناً اِس دنیا میں بھی ایسی جنت بنا سکتا ہے اور ہر مسلمان کو اتنا بڑا حصہ دے سکتا ہے کہ عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کو دینے کے بعد بھی اس کا حصہ اتنا زیادہ ہو کہ زمین و آسمان کا پھیلاؤ بھی اس سے چھوٹا رہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور اُسی سے مانگو۔

بہت سے مسلمانوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اِس وجہ سے مایوس ہیں کہ ہماری آبادی بہت تھوڑی ہے اور ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ ہندوستان کے پاس بہت روپیہ ہے اور اس کی آبادی

بھی بہت ہے۔ حالانکہ اگر ہم خدا تعالیٰ سے تعلق رکھیں تو آبادی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ دیکھو! خدا تعالیٰ کے دینے کے طریق یہی ہوتے ہیں کہ کبھی بچے زیادہ دے دیتا ہے اور کبھی دوسروں کے بچے مار ڈالتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی آتا ہے کہ اُن کے زمانہ میں فرعونیوں کے پلوٹھے مارے گئے۔4 تو خدا تعالیٰ میں یہ بھی طاقت ہے کہ ایک ایک پاکستانی کے ہاں اتنے بچے پیدا ہو جائیں کہ وہ گھبرایا پھرے کہ ان کو کھلاؤں کہاں سے۔ اور خدا تعالیٰ میں یہ بھی طاقت ہے کہ وہ ہندوستان کی آبادی کو کم کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ کو یہ دونوں طاقتیں حاصل ہیں۔ وہ اگر چاہے تو کسی کو زیادہ بچے دے دے اور اگر چاہے تو کسی کے بچے مار دے۔ اس لیے ہماری آٹھ کروڑ کی آبادی اَسّی کروڑ بھی بن سکتی ہے اور ہندوستان کی پینتالیس کروڑ کی آبادی پانچ کروڑ یا اڑھائی کروڑ بلکہ پانچ لاکھ بھی بن سکتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو اپنا بنا لے گا خدا تعالیٰ اُس کی مدد کرنی شروع کر دے گا۔ اگر ہندوستانی خدا تعالیٰ کو اپنا بنا لیں گے تو اُن کی چیزوں میں برکت پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر پاکستانی خدا تعالیٰ کو اپنا بنا لیں گے تو پاکستان کی ہر چیز میں برکت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی اور یہ چھوٹا سا ملک اتنی بڑی طاقت پکڑ لے گا کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اِس سے لرزیں گی۔ نہرو جی تو اس بات پر خوش ہیں کہ روس کا وزیراعظم اور سیکرٹری ہمارے پاس آئے ہیں لیکن تمہارے لیے اس سے بڑی گنجائش باقی ہے۔ تمہارے لیے یہ گنجائش باقی ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کا جبریل تمہارے پاس آ جائیں۔ اب تم بتاؤ کہ روس کے کمانڈر انچیف اور اس کے سیکرٹری کی خدا تعالیٰ اور اُس کے جبریل کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو نہرو جی کی خوشی کتنی حقیر ہو جاتی ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ روس کے کمانڈر انچیف اور کمیونسٹ پارٹی کے چیف سیکرٹری اُن کے ہاں آئے لیکن ہر پاکستانی اس اُمید سے پُر ہے کہ کسی دن خدا تعالیٰ چاہے گا تو خدا اور جبریل اُس کے گھر آ جائیں گے۔ اور جس دن خدا اور اس کا جبریل اس کے گھر آئے اُس دن روس کے کمانڈر انچیف اور کمیونسٹ پارٹی کے چیف سیکرٹری کو بھاگتے ہوئے رستہ بھی نہیں ملے گا بلکہ وہ اپنی جوتیاں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ اور جبریل کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔

غرض اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ترقیات کا ایک بہت بڑا رستہ کھلا رکھا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس دنیا میں پیدا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کے ساتھ وہ وفاداری کی

کہ خدا تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا کہ اب آئندہ خدا تعالیٰ اور اس کے جبریل کا تعلق اُنہی لوگوں سے ہوگا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچا تعلق پیدا کر لے گا اُس کا خدا تعالیٰ سے پکا تعلق ہو جائے گا۔ اور جب اُس کا خدا تعالیٰ سے پکّا تعلق ہو جائے تو خدا تعالیٰ اور جبریل ہمیشہ مسلمانوں کے گھر میں اُتریں گے وہ کسی غیر مسلم کے گھر میں نہیں اُتریں گے"۔

(الفضل یکم فروری 1957ء)

1: تذکرہ صفحہ 657 ایڈیشن 2004ء

2: مردولا سارا بائی: (MIRDULA SARABHAI)(1911 تا 1974ء) احمد آباد انڈیا میں پیدا ہوئیں۔ ہندوستان کی تحریک آزادی کی سرگرم رکن تھیں۔

3: سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الحدید: 22)

4: خروج باب 12 آیت 29، 30